الاستفتاء

ایک متذبذب مسلمان کے خط کے جواب میں

مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری کا

تبلیغی مکتوبِ گرامی

تعارف از مصنف رحمۃ اللہ علیہ:

برادران! یہ رسالہ دراصل ایک خط ہے جو ایک دوست کے نام بھیجا گیا تھا۔ میں دفتر جا رہا تھا کہ راستہ میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا جس میں صاحب مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یہ جملہ پڑھ کر معاً گھر کی طرف لوٹا کہ مبادا دیر ہو جائے اور وہ اسلام چھوڑ دے۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ میں یہ خط لکھا، ڈاک میں ڈالا اور پھر دفتر روانہ ہوا۔

جب یہ خط ان کے پاس پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان قلب اور سکینہ عطا کیا اور وہ پوری استقامت سے اسلام کے مناد اور واعظ بن گئے اور اسی مبارک خدمت میں رحمتِ حق سے واصل ہوئے۔

میں نے مرحوم سے دریافت کیا تھا کہ عیسائیت کی طرف میلان کی اصلی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ فلاں جگہ سخت بیمار ہو گئے تھے، مسلمانوں نے ان کی کچھ خبرگیری نہ کی، ایک پادری صاحب کو خبر ہوئی وہ ان کی چارپائی اپنے ہاں اٹھوا لے گئے، علاج، تیمارداری، غمگساری، خدمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس لیے پادری صاحب کی جانب سے ان کے دل میں ایک خاص ادب اور عزت پیدا ہو گئی۔ صحت کے بعد جو کچھ وہ اسلام کے خلاف بتاتے، ان کے دل میں جاگزیں ہو جاتا تھا۔

اس قصہ پر مسلمان بھائی ذرا غور کریں کہ اشاعتِ دین کے لیے کس قدر محبت، خوش خلقی، ہمدردی کی ضرورت ہے ہم اپنے بعض بھائیوں کو اسی لیے ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اخلاقِ محمدی کا برتاؤ نہیں کرتے۔

ع اگر در خانہ کس است، حرفے بس است

جواب مکتوب :

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَأُصَلِّي عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ

جنابِ من ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

توفیق الٰہی آپ کی رفیق ہو، آپ کا خط پہنچا، پڑھ کر رنج بھی ہوا اور خوشی بھی، رنج اس لیے کہ ایسی افسوس ناک تحریر سے رنج پہنچنا ایک طبعی امر تھا، اور خوشی اس لیے کہ آپ نے آزادی سے اپنے خیالات ظاہر کیے اور مجھے قبل از وقت ان خیالات کے متعلق کچھ عرض کرنے کا موقعہ دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ آپ کا دل اسلام سے پھر گیا اور عیسائیت پر مائل ہو گیا ہے کیونکہ قرآن میں بہت سی باتیں خلافِ عقل ہیں جن کو آپ تسلیم نہیں کر سکتے اس کی مثال میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلتی آگ سے سلامت نکلنا بیان کیا ہے۔

خرقِ عادات :

جنابِ من ! اگر آپ عیسائیوں کے مندرجہ ذیل بیانات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں :

(۱) اسرائیل رات بھر خدا کے ساتھ کشتی کرتا رہا۔

(۲) یوشع نے چادر مار کر دریا کو چیر ڈالا اور اس میں سے خشک نکل گیا۔

(۳) یوشع کے لیے آسمان سے آتشیں رتھ آیا اور وہ اس میں سوار ہو کر آسمان کو چڑھ گیا۔

(۴) یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ نکلا۔

(۵) مسیح تین دن تک قبر میں مُردہ رہ کر پھر زندہ ہوا اور حواریوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ گیا وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلتی آگ سے سلامت نکل جانا کیوں آپ کی ٹھوکر کا سبب ہوا ؟

یہودیوں اور عیسائیوں کا خلاف اور محمدؐ رسول اللہ کی الٰہی تعلیم :

آپ نے لکھا ہے ”کہ محمدؐ رسول اللہ کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ تھی اپنی طرف سے تھی“

جنابِ من، اگر ایسا ہوتا تو آپ غور کریں کہ ان کو مسیح کی گواہی دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر وہ مسیح کو جھٹلاتے تو عرب کے سارے یہودی جو بڑے مالدار اور ذی اثر تھے فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جتنی تکالیف یہودیوں سے پہنچیں اتنی کسی بُت پرست قوم سے بھی نہیں، پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح پر ایمان لانے کو اپنی تعلیم کا جزو رکھا۔ اور یہودیوں کی زبردست قوم کو اپنے ساتھ ملا لینے کی کوئی تدبیر نہیں کی، آپ یہ بھی خیال فرمایئے کہ مسیح اور مریم صدیقہ کی جس قدر تعریف اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کا مقصود بھی عیسائیوں کو مائل کرنا نہ تھا کیوں کہ مسیح کی ابنیت اور الوہیت کے انکار سے تثلیث کے رد سے عیسائیوں کو بھی دشمن بنالیا گیا تھا جیسا کہ یہودیوں کو حضرت مسیح کی رسالت وصداقت کا اقرار کرنے سے دشمن بنالیا گیا تھا۔ غور کیجئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اپنی طرف سے ہوتی تو کیا وہ ایسا ہی کرتے کہ دو زبردست اقوام میں سے کوئی بھی ساتھ نہ دے۔ ان ہی ایام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بُت پرستی کی بھی بیخ کنی کر رہے تھے اور قریش کو بھی اپنا دشمن بنالیا تھا، کیا جس شخص کی تعلیم اپنی طرف سے ہوتی ہے وہ وقت واحد میں کل دنیا کو اپنا مخالف بنا لینے کی جرأت کر سکتا ہے؟

شاندار مستقبل کی پیشین گوئی:

اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ چھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے جن کو رہنے کا ٹھکانہ اور کھانے کو آب ودانہ نہ تھا اس وقت خدا کا ازلی وابدی کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یوں تسلی دیتا تھا "خدا تیرے با ایمان باعمل لوگوں کو ارضِ مقدس کا مالک بنائے گا اور تمہارے دین کو جو خدا کا پسندیدہ ہے دنیا میں استحکام بخشے گا اور تمہارے خوف وہراس کو بالکل امن وسلامتی سے بدل ڈالے گا"

غور کرو، کیا ایسی مصیبت کا مارا ایسی پیش گوئی کر سکتا ہے جب کہ اس کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ ہو؟ اب اس پیش گوئی کا ثبوت دیکھو کہ مسلمان ارضِ مقدس کے مالک ہیں، وہی ارضِ مقدس جس کا وعدہ خدا نے ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور داؤدؑ سے کیا تھا، اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں استحکام پذیر ہے، مردم شماری کے نقشوں سے ظاہر ہے کہ اکیلے احاطہ بنگال میں (جہاں ہندو قومیں علم اور دولت کے آسمان کا تارہ بن رہی ہیں اور جہاں غریب مسلمان صرف ذرہ کی سی چمک رکھتے ہیں) سوا لاکھ سالانہ مسلمان بڑھ رہے ہیں بتلاؤ کس کی کوشش ہے؟ مسلمانوں

کی نسبت آپ خود قائل ہیں کہ وہ خدمتِ دین کا کچھ کام نہیں کرتے، نہ واعظ نوکر ہیں، نہ مشنری مقرر ہیں، نہ کوئی اشاعتِ اسلام کا ذمہ دار ہے۔ لیکن خدا کے کلام کی سچائی پھیل رہی ہے، اور قدرت کی مخفی طاقت اپنا کام کر رہی ہے، ہندوستان کی حکمران قوم مذہب میں ہمارے خلاف ہے۔ ہندوستان کی بڑی اور مالدار قوم (اہل ہنود) مذہب میں ہمارے خلاف ہے اور پھر بھی رائی کے دانہ جیسے مسلمان پہاڑ کی طرح پھیل رہے ہیں، نہ صرف ایک ملک میں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں۔ کیا یورپ، کیا امریکہ، کیا افریقہ، کیا چین، جزائر غرب الہند۔ اب بتلاؤ کہ یہ کس کا کام ہے؟

مسلمانوں کا اشتیاق حج:

آپ نے لکھا ہے "کہ عرب کی جہالت سن سن کر دنیا کو اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔"

خوب! اس کا ثبوت شاید آپ یہ دیں گے کہ "دنیا کے ہر گوشہ سے ہر سال لاکھوں آدمی ادھر کو بے اختیار چلے جا رہے ہیں"۔ اس میں شک نہیں کہ بعض لوگ اس سفر میں تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن قدرت نے جو مقناطیسی کشش دلوں کے اندر اس ملک کی رکھ دی ہے وہ کم نہیں ہوتی، مسلمانوں کے مخالف عرب کے بدنام کرنے کو باتیں تو بہت بناتے ہیں لیکن یہ تو سوچو کہ اگر عرب ایسا نفرت کے قابل ہو گیا تو لاکھوں اشخاص وہاں کیوں پہنچتے ہیں؟ گزشتہ دس بارہ سال سے قرنطینہ کی سختی اور روک تھام بڑھ گئی ہے۔ کوئی شخص لندن یا پیرس کو جائے تو قرنطینہ نہیں، مگر عرب کو جائے تو قرنطینہ، تاہم شمار کر لیجئے کہ لوگ کہاں کو زیادہ جاتے ہیں؟

لندن میں ہمارا دنیوی بادشاہ ہے اور عرب میں دین کا بادشاہ، جتنا دنیا اور دین کا فرق ہے، اتنا اس تعداد میں ہوگا۔

مسلمان اور قبلہ، عیسائی اور یروشلم:

ہاں ذرا سوچو، کہ اہل عرب ایسے بدوی، ایسے نہتے، ایسے قابلِ نفرت ہیں جیسا کہ آپ نے ان کو خط میں لکھا ہے۔ مگر ان کے دین کا مرکز اور قبلہ ان کے اپنے ہاتھ میں ہے اور پھر دیکھو عیسائیوں کی سلطنتیں اور ان کا اقتدار اور ان کا یروشلم ان کے پاس نہیں۔

فرقوں کے باہمی اختلافات:

آپ نے لکھا ہے کہ "مسلمان لڑتے جھگڑتے ہیں، نماز کے مسئلوں کے لیے عدالت

میں جاتے ہیں "

آپ کا یہ لکھنا صحیح ہے لیکن اس سے اسلام کیوں جھوٹا ٹھہرا؟ دیکھو رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ ہمیشہ کے دشمن ہیں، رومن کیتھولک نے لاکھوں پراٹسٹنٹ قتل کیے اور پراٹسٹنٹ نے رومن کیتھولک، جھگڑا یہ کہ عید پر فطیری روٹی کھائی جائے یا خمیری، علیٰ ہذا رومی کلیسا اور یونانی کلیسا کے جھگڑے کون بھولا ہوا ہے لیکن پھر بھی آپ نے ان کے اختلافات کو عیسائیت کے کذب کی دلیل نہیں سمجھا۔ تو اب مسلمانوں کا باہمی اختلاف اسلام کے کذب کی دلیل کیونکر ہوسکتا ہے؟

جناب من! نماز کے ارکان ہیں، قیام، قرأت، قرآن مجید، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، سلام اور ان ارکان کے ارکان ہونے پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

احادیث میں تناقض نہیں :

آپ کہتے ہیں کہ "حدیثوں میں اختلاف ہے" مگر یہ بات ان لوگوں کے کہنے کی ہے جنہوں نے علم حدیث نہیں پڑھا، کوئی شخص جملہ دواوین حدیث سے دو متضاد حدیثیں بھی، جو صحت کے درجہ میں برابر ہوں، نہیں دکھلا سکتا، کیا یہ معجزہ نہیں؟ کہ ہزاروں راوی اور صحت کا یہ التزام، ہماری عادت نہیں کہ ہم کسی کو الزام دیں۔ مگر دیکھو کہ انجیل میں مسیح کا نسب نامہ ہی صحیح نہیں، نسلوں کے شمار میں بھی غلطی ہے۔ متی اور لوقا کے لکھے ہوئے نسب ناموں کو دیکھو۔

انجیل میں تناقض :

(۱) متی نے مریم کے شوہر کو یوسف بن یعقوب لکھا ہے اور لوقا نے مسیح کو بن یوسف بن ہیلی تحریر کیا ہے یعنی یوسف کے باپ کے نام پر دونوں کو اختلاف ہے۔

(۲) متی نے اپنے نسب نامہ میں مسیح کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتایا ہے۔ اور لوقا نے ان کو ناتن بن داؤد کی نسل سے، اور تعجب یہ ہے کہ سلاتی ایل اور اس کے فرزند زرد بابل کا نام ناتن بن داؤد والے نسب نامہ میں بھی آتا ہے اور سلیمان بن داؤد والے نسب نامہ میں بھی۔

(۳) متی نے اپنے نسب نامہ میں ۲۶ پشتیں شمار کی ہیں اور ۴۱ نام لکھے ہیں اور لوقا نے ۵۵ پشتیں شمار کی ہیں۔

ان اختلافات کی نسبت شاید کوئی پادری صاحب بتلا سکیں کہ الہام اور روح کی مدد سے لکھی گئی کتابوں میں یہ اختلافات کیوں ہیں ؟

قرآن کی زبان ہی الٰہی مذہب کی زبان ہے :

" لوگ قرآن کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں " جناب من ! صرف مبالغہ نہیں بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ خدا نے دنیا کے اس آخری دَور کے لیے قرآن مجید کو دل اور روح کی بیماریوں کے واسطے شفا اور جملہ بنی آدم کے واسطے رحمت بنایا ہے، اور نجات کا دارومدار صرف اس پر عمل کرنے سے ہے۔ اس دعویٰ کا ثبوت نیچرل فلاسفی کے طور پر ایک عجیب طریقہ سے ملتا ہے۔

(۱) ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ وید آسمانی کتاب ہے۔
(۲) پارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ژند آسمانی کتاب ہے۔
(۳) یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ تورات آسمانی کتاب ہے۔
(۴) عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ انجیل آسمانی کتاب ہے۔

ہم نے سب کے دعاوی کو سُنا۔ میں ہندوؤں سے پوچھتا ہوں کہ کیا وید کی زبان، دنیا کے کسی برِاعظم میں، بلکہ ملک میں، بلکہ احاطۂ ملک میں، بلکہ ضلع میں، بلکہ ایک قصبہ میں بھی استعمال کی جاتی ہے ؟

اب میں یہی سوال پارسیوں سے ژند کی زبان کے لیے کرتا ہوں۔
اب میں یہی سوال یہودیوں سے توراۃ کی زبان کے لیے کرتا ہوں۔
اب میں یہی سوال عیسائیوں سے انجیل کی زبان کے لیے کرتا ہوں۔

جناب من ! قدرت کے زبردست ہاتھ جس کام کو ختم کر چکے، اب اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے ؟ ایک زمانہ وہ تھا جب ہندوستان کے تمام دفتروں میں شاہی زبان فارسی تھی اور اب فارسی کی جگہ انگریزی ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ قدرت نے اس خاندان شاہی کو جس کی زبان فارسی تھی، بیخ وبُن سے کاٹ دیا اور اس خاندان کو سلطنت عطا فرمائی جس کی زبان انگریزی ہے۔ اب یہ کس کے بس میں ہے کہ ہندوستان میں فارسی کو شاہی زبان بنا دے ؟ اسی طرح قدرت کے ہاں رب الافواج نے دنیا پر سے، ہاں تمام عالم کے پردہ سے وید، ژند، توراۃ اور انجیل کی زبانوں کو میٹ دیا ہے اور اس زبان کے بولنے والوں کو پیوند خاک کر دیا

ہے، کیا اس زبردست شہادت سے بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ قرآن مجید ہی الٰہی مذہب کی کتاب اور قرآن مجید ہی الٰہی مذہب کے احکام کا مجموعہ اور قرآن عظیم کی زبان ہی الٰہی مذہب کی زبان قرار دی گئی ہے؟

کیا آپ یہ نہیں غور کریں گے کہ ایسی عظیم الشان السنہ (زبانوں) کا جو ویدؔ اور ژندؔ اور توراۃ اور انجیل کی زبانیں تھیں جن کو ملکی اور دینی اقدار سینکڑوں، ہزاروں سال تک کروڑوں اربوں اشخاص پر غلبہ حاصل تھا دنیا پر سے ناپید ہو جانا (ایسا ناپید ہونا کہ ایک گاؤں میں بھی اس کا وجود نہ پایا جائے) نوعِ انسان کی کوشش سے بہت بالاتر ہے۔

اگر ان مذکورہ بالا کتابوں پر عمل کرنے والا اب تک یہی سمجھتا ہے کہ قدرت کا منشاء ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب پر عمل کرانے کا ہے تو وہ قدرت پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ قدرت تو اپنا کام انجام دے چکی، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قدرت کو ان کتابوں کی حفاظت منظور ہے یا قدرت کا منشاء ان کتابوں کی ہستی کا قائم رکھنا ہے!

جنابِ من! یہ خوب یاد رکھیے کہ اگر ایسا ہوتا تو قدرت ان کتابوں کی زبانوں کی حفاظت پہلے کرتی اور ضرور کرتی۔

میں ادب سے التماس کرتا ہوں کہ آپ اس پر کامل غور فرمائیں گے۔ اور اسکیلئے بیٹھ کر اس مضمون کو تدبر کے ساتھ تین بار پڑھیں تاکہ قدرت کا کھلا ہوا راز واضح طور پر آشکارا ہو جائے۔

قرآن کے احسان عیسائیوں پر:

قرآن پاک پر جلدی سے یا غصہ سے اعتراض کرنا تو آسان ہے لیکن غور کرو کہ قرآن کے احسان عیسائیوں پر کس قدر ہیں، یہود نے مسیح کو جھٹلایا، مریم صدیقہ کو شرمناک تہمتیں لگائیں مگر عیسائیوں کے پاس بیرونی شہادت کوئی نہ تھی، قرآن پاک نے ظہور پکڑا، اور مسیح و مریم کی صداقت و طہارت کا اظہار کیا اور یہود کے جھٹلانے کو ۳۶ کروڑ مسلمانوں کی شہادت پیدا کر دی۔

عیسائیوں کی مذہبی کونسلوں نے ایسے اعتقادات قائم کیے۔ نیز حکم اور تلوار کے زور سے ان اعتقادات کو پھیلایا کہ مسیح کو اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اُقنوم اور الوہیت و انسانیت کا مجموعہ اور خدا کا بیٹا مانا جائے۔ ایسا اعتقاد صرف مذہبی کونسلوں نے ایجاد کیا

تھا اور انجیل کے لفظوں کی لمبی اور دور از کار تاویلیں کی گئی تھیں، قرآن مجید نے ان غلطیوں کو کھول دیا اور مسیح کی اصل تعلیم سچی عظمت کا اظہار کر دیا۔ کیا یہ عیسائیوں پر احسان نہیں؟

مذہبی کونسلوں نے عیسائی مذہب کو بالکل بت پرستی کے مشابہ کر دیا تھا اور خدائے پاک کے لامحدود اختیارات کی کنجیاں پوپ صاحب کے سپرد کر دی تھیں، قرآن پاک کی خالص توحید کی تعلیم نے عیسائیوں کو جگایا۔ ان میں مارٹن لوتھر جیسے اٹھے اور اس نے قرآن پاک سے فائدہ اٹھا کر ظاہری بت پرستی کو دور کیا۔ امید نہیں کہ پراٹسٹنٹ والے اس امر کو تسلیم کریں کہ لوتھر نے قرآنِ پاک سے فائدہ اٹھایا لیکن سنو کہ رومن کیتھولک والے اسے کیا کہتے ہیں؟ وہ لوتھر کو مسلمان ہونے کا بہتان لگاتے ہیں اور اس کے ثبوت میں تیرہ[۱] اعلیٰ مسائل جو اس نے اسلام سے لیے تھے، پیش کرتے ہیں۔

اسی قرآن نے عیسائیوں میں یونیٹرین (Unitarian) کا وجود قائم کیا جو تثلیث کے بعید از قیاس مسئلہ کے منکر ہیں۔ ہاں اسی قرآن عظیم کے بعد ہندوستان میں گرو نانک[۱] صاحب، کبیر[۲] جی اور راجہ رام موہن[۳] رائے جیسے ریفارمران روشن خیال بنے، اور اسی قرآن پاک نے دیانند جی جیسے اشخاص کو اپنے ہی مت کے اندر توحید ثابت کرنے کی توجہ دلائی (علمی احسانات کا میں اس جگہ ذکر نہیں کرتا) کیا کوئی شخص جس کو علم تاریخ سے ذرا لگاؤ ہو اور وہ اہل اسلام کی کوششوں سے، جو تبلیغ قرآن عظیم کے متعلق انہوں نے کی ہیں، واقف ہو اور جس طرح مسلمانو سے مختلف اقوام نے استفاضہ کیے، ان حالات سے باخبر ہو، وہ ان باتوں سے انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اہل یورپ کا عیسائی اور اہل تاتار کا مسلمان ہونا:

جناب من! آپ کو معلوم ہے کہ یورپ کیوں کر عیسائی بنا، کیا یہ قیصر کی جلادی نہیں؟ اس کے مقابلہ میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ تاتار کی حکمران قومیں جنہوں نے اسلامی ممالک پر صدیوں تک حکومت کی، کیوں کر مسلمان ہوئی تھیں۔ تاتاری مسلمانوں کے جانی دشمن ہو کر

---

[۱] گرو نانک صاحب کا جب انتقال ہوا تو ہندوؤں نے کہا وہ ہندو تھے اس لیے ان کو داہ دیں گے مسلمانوں نے کہا وہ مسلمان تھے اس لیے ہم ان کو دفنائیں گے۔ [۲] کبیر پنتھ والوں کو اقرار ہے کہ کبیر جی کا تعلق پرورش یا ولادت کا ایک مسلمان خاندان سے تھا۔ [۳] راجہ رام موہن رائے براہمو سماج کے اول بانی ہیں براہمو سماجیوں کو انکار نہیں بلکہ اقرار ہے کہ انہوں نے قرآن مجید سے فیض اور فائدہ حاصل کیا۔

بغداد تک پہنچے۔ انہوں نے عہد کر لیا تھا کہ دنیا سے اسلام کا اور مسلمانوں کا نام ونشان میٹ دیں گے۔ تاتاریوں نے اسلامی ممالک کو زیروزبر اور خلافت بغداد کو بے نام ونشان کر دیا۔ علماء کے خون سے بغداد کے گلی کوچے سُرخ اور علماء کی قلمی کاوش سے آبِ دجلہ سیاہ بنا دیا لیکن اسلام کا معجزہ ان پر بھی آشکارا ہوا، اور خونخوار فاتحین کو کمزور مفتوحین کے مذہب نے فتح کر لیا، میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اسلام کے سوا اور کسی مذہب کے پاس بھی ایسی روشن مثالیں ہیں؟

جہادِ اسلامی کی حقیقت:

شاید کوئی شخص آپ کو اسلام کا حکمِ جہاد یاد دلائے اور پھر کہے کہ اسلام تو بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے لیکن آپ میری بات پر پہلے غور کر لیں۔ تلوار کے زور سے مذہب پھیلانے کے لیے ضروری ہے کہ تلوار چلانے والے اشخاص پہلے سے موجود ہوں اور وہ لوگ جو کل دنیا کے مقابلہ میں تلوار اٹھائیں، ضروری ہے کہ بڑے جری، کمال، بہادر، نڈر، صاحبِ حوصلہ، صاحبِ ارادہ اور قوم کے سربرآوردہ لوگ ہوں، کیوں کہ دنیا پر ایسے لوگ ہی غالب آسکتے ہیں، قابلِ غور بات یہ ہے کہ اسلام نے ایسے لوگوں کو کیوں کر اپنا مطیع بنایا اور کیوں کر ان کی تلوار حکم اسلام کے نیچے آئی تھی؟ ظاہر ہے کہ اس کا سبب کچھ اور ہونا چاہیئے، وہ سبب ظاہر ہو گا تعلیم اور ہدایت! ذرا غور کرو کہ جس مذہب نے اپنے آغاز و ابتداء میں ہی ایسے بہادروں اور نام آوروں کو اپنا مطیع بنا لیا تھا، جو بعد میں دنیا کے مالک ٹھہرے، تو پھر ایسے مذہب کو کیا ضرورت آپڑی تھی کہ وہ تعلیم اور ہدایت کے کامیاب اور بے ضرر طریق کو چھوڑ کر تلوار اٹھاتا، جس میں ضرر کا احتمال تو فریقین کو یکساں اور مساوی ہوتا ہے اور کامیاب ہونے کی امید یقینی نہیں ہوتی۔ جب آپ غور فرمالیں گے تب آپ کو جہاد کی ابتدائی تاریخ اور غایت معلوم ہو جائے گی۔

جہاد کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی دشمن مسلمانوں کی جان وایمان پر حملہ کرے تب مسلمانوں پر اپنی جان کا بچاؤ اور اپنے دین کا بچاؤ کرنا ضروری اور فرض ہو جاتا ہے، یہ تعریف جو مذہب نے جہاد کی کی ہے یہی تعریف قانون نے حفاظتِ خود اختیاری کی کی ہے، یاد رکھیے جہاد کے لغوی معنی کوشش کرنا ہے۔

مسیح کا اپنے حواریوں کو مسلح کرنا: ہاں ذرا انجیل تو دیکھیے اور پادری صاحبان کو بھی

دکھلائیے کہ مسیح نے اپنے حواریوں کو خود مسلح کیا اور مسیح کی حمایت میں حواریوں نے مسیح کے سامنے تلوار چلائی ہے، لوقا ۳۶ باب ۲۲ درس میں حضرت مسیح کا یہ حکم ہے:

"اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی۔ اور جس کے پاس نہیں وہ اپنے کپڑے بیچ کر تلوار خریدے۔"

متی ۲۶ باب ۵۱ درس میں ہے:

"یسوع مسیح کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا دیا۔" (یوحنا ۱۸/۱)

کفارہ اور اعمال:

مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری طول کلامی کہیں نازک مزاج دوست کو گراں نہ گزرے لیکن تھوڑا سا اور بھی لکھنے کی جرأت کرتا ہوں آپ نے کبھی عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ پر بھی غور کیا ہے؟

اوّل۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح الوہیت اور انسانیت کا مجموعہ تھا۔ مسیح نے اپنی الوہیت کے اقتدار سے سب گناہوں کو اپنے اوپر لے لیا اور مسیح انسانیت سے صلیب پر چڑھایا گیا تھا، ذرا غور فرمائیے کہ صلیب پر لٹکایا جاتا ہے انسانیت کو اور اس کے گناہوں کو نہیں اٹھایا۔ بچ جاتی ہے الوہیت جس نے گناہوں کو اٹھایا تھا۔ آپ کو کوئی مسیحی عالم ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہتا ہو کہ مسیح کی الوہیت صلیب پر لٹکائی گئی تھی، رہ گئی انسانیت، اگر انسانیت کو ہی کفارہ اور فدیہ بننا تھا تو مجموعہ الوہیت و انسانیت کے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیوں کہ خدا اور مذہب کے لیے سینکڑوں پاک انسانوں کی قربانیاں مسیح سے پہلے اور پیچھے ہوتی رہی ہیں۔ ہاں انجیل کو دیکھو کہ مسیح تو صلیب کے نیچے جا کر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مسیح کی انسانیت بھی صلیب پر چڑھنے کے لیے اپنی رضامندی اور خوشی سے تیار نہیں۔

دوم: پیشگوئیوں میں برہ کا ذبح کیا جانا درج تھا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ برہ سے حضرت مسیح مراد ہیں لیکن انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ذبح نہیں کیے گئے اور ان کی کوئی ہڈی بھی نہیں توڑی گئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح صلیب پر بھی لٹکائے گئے تاہم پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور ان کو کفارہ نہیں بنایا گیا۔

سوم : مسیح کے جن حواریوں نے ان کو صلیب پر لٹکتے دیکھا اور پھر آسمان پر چڑھتے دیکھا انہوں نے ہمیشہ اعمال پر زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ ایمان بغیر اعمال کے جیسے بدن بغیر روح کے ہے۔ لیکن متاخرین نے جن میں پولوس بھی شامل ہے کفارہ پر اتنا زور دیا کہ شریعت کو بھی ایک لعنت ٹھہرایا۔ اب قابل غور ہے کہ ان دونوں میں کون سچا ہے؟

چہارم : پادری صاحبان کفارہ کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ اگر خدا گنہگاروں کو سزا دیتا تو یہ اس کے رحم کے خلاف تھا اور اگر چھوڑ دیتا تو یہ عدل کے خلاف ہوتا۔ اس لیے اس نے اکلوتے بیٹے کو بھیجا اس نے گناہ گاروں کے گناہوں کو اٹھایا، ان کے بدلہ خود عذاب سہا، اس طرح عدل پورا ہو گیا اور رحم کرنے کا طریق نکل آیا۔ لیکن آپ غور سے معلوم کریں گے کہ گنہگار کو چھوڑ کر بے گناہ کو سزا دینا بالکل ہی عدل کے خلاف ہے اور عاصی کو چھوڑ کر بیٹے کو عذاب میں ڈالنا بالکل ہی رحم کے خلاف ہے اور اس لیے اعتراض اب زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔

حقوق اور رحم و عدل :

قرآن پاک پر کہنے کو اعتراض تو سب کر لیتے ہیں، مگر اسی مسئلہ میں دیکھو کہ قرآن عظیم نے اس عقدہ کو، جو مسیحی علماء کے لیے لاینحل تھا، کس آسانی سے سلجھایا ہے۔

حقوق کی دو اقسام ہیں :

(۱) حقوق الٰہی۔ ان کا فیصلہ رحم سے ہو گا۔

(۲) حقوق عباد۔ ان کا فیصلہ عدل سے ہو گا۔

آپ غور کریں کہ انتظام دنیا بھی قائم رہا اور عظمت دین بھی آشکار ہو گئی، اور الوہیت کو جامۂ بشری میں ملبوس کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔

قرآن کی ضرورت بائیبل کی رُو سے :

جناب من! میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ جو شخص تورات و انجیل کو غور سے پڑھے گا اس کو قرآن کریم کی ضرورت کا خود بخود اقرار کرنا پڑے گا، تورات یعنی خداوند کا پرانا عہد نامہ دیکھو جو حضرت موسیٰ کی کتاب سے شروع ہوتا اور ملاکی نبی کی کتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس مجموعہ کی سب کتابوں میں ایک موعود کی پیش خبریاں ملتی ہیں اور اس سے عیسائی صاحبان کو بھی اتفاق ہے۔ اس کے بعد خداوند کے نئے عہد نامہ یعنی انجیل کو دیکھو اس میں حضرت

مسیحؑ کے سب سے آخری وعظ کے الفاظ یہ ہیں۔

میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔
۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گا اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ وہ سُنے گا سو کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔
۱۴۔ وہ میری بزرگی کرے گا[1] یوحنا باب ۱۶۔

اس تقریر سے آپ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ توراۃ وانجیل ہم کو تکمیل کے انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ اور قرآن عظیم اس انتظار کو دور کر کے آخری شاہی فرمان کا اعلان کرتا ہے:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"

(ترجمہ) "آج تمہارا دین مکمل کر دیا گیا اور نعمت کو پورا کر دیا گیا اور میں خوش ہوں کہ اسلام ہی تمہارا دین ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیاں:

نکتہ شناسوں کے لیے یہی اعلان قرآن اور رسول پاکؐ کی برتری کے لیے اعلیٰ برہان ہے لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں یہ شبہہ پیدا ہو کہ گو توراۃ وانجیل نے ایک آنے والے کی خبر دی لیکن یہ کہاں بتایا کہ وہ شخص کون ہے اور کہاں ہوگا اور کس کس صفت واخلاق کا ہوگا، تو ہم اس کے اطمینان اور سکون قلب کے لیے مختصر طور پر ان پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اس بارہ میں ان کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

میرا مدعا ان کتابوں سے ایسی سب پیش گوئیوں کا جمع کرنا نہیں کیوں کہ اگر میں ایسا کروں تو یہ خط ایک کتاب بن جائے بلکہ صرف آپ کو یہ دکھلانا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں توراۃ اور انجیل کی کیسی کیسی شہادتیں موجود ہیں۔

میں لکھ چکا ہوں کہ عہد نامہ قدیم کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے، پس اس

---

[1] غور کرو حضرت مسیحؑ صرف ان ہی الفاظ میں اپنی بزرگی سمجھتے ہیں جو نبی موعود ان کی شان میں استعمال کرے پس جو الفاظ اس نبی نے حضرت مسیحؑ کے حق میں استعمال نہیں کیے بلکہ صرف خوش فہم مسیحوں نے ان کا استعمال کیا ہے وہ حضرت مسیحؑ کے لیے بزرگی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ ۱۲

مجموعہ میں جو پیش گوئیاں ہیں ان کی مصداق یا تو مسیح ہو سکتے ہیں یا کوئی اور، بے شک مسیح کی بابت بھی ان کتابوں میں پیش گوئیاں موجود ہیں اور حضرت متی حواری نے اپنی انجیل میں ان سب پیشگوئیوں کو، جو ان کی بابت نہیں ہیں، جمع کر دیا ہے" انہوں نے نہ صرف کتاب کی تحریری پیشگوئیوں کو ہی جمع کیا بلکہ زبانی روایات سے بھی جو کچھ ان کو ملا اسے بھی قلم انداز نہیں کیا جس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے مسیح کی متعلقہ کسی پیشگوئی کو اپنی کتاب سے باہر نہیں چھوڑا۔

اب جب آپ ان پیشگوئیوں کو پڑھیں گے جو میں پیش کروں گا تو آپ معلوم کریں گے کہ ان پیشگوئیوں کو حضرت متی حواری نے حضرت مسیحؑ کے متعلق نہیں سمجھا، بلکہ کسی دوسرے مقدس بزرگوار کی بابت ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ کس کی بابت ہیں، پیش گوئیاں خود آپ کو بتلا دیں گی، یہاں تک تو توراۃ کی پیشگوئیوں کے متعلق عرض کیا گیا۔ لیکن جو پیشگوئیاں خداوند کے نئے عہد نامہ میں ہیں ان کی بابت تو بالبداہت ظاہر ہے کہ وہ مسیحؑ کی بابت نہیں۔ اس تمہید کو آپ خیال رکھ کر پھر مندرجہ ذیل پیشگوئیوں پر دل سے ایمان سے غور کریں۔

(۱) پیشگوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ہاجرہؓ کی اولاد سے عرب میں پیدا ہوں گے اور سیدہ ہاجرہ کی اولاد سیدہ سارہؓ کی اولاد سے بڑھ جائے گی۔

"ارے اے بانجھ، تو جو نہیں جنتی تھی خوشی سے للکار، تو جو حاملہ نہ ہوئی تھی وجد کر کے گا اور خوشی سے چلا کیوں کہ خداوند فرماتا ہے کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہیں۔ (یسعیاہ ۵۴ باب)

شرح: بانجھ سے ملک عرب مراد ہے جہاں اب تک کوئی نبی نہ پیدا ہوا تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام بے شک عرب میں رہے لیکن ان کی پیدائش بھی عرب کی نہ تھی، جس طرح کنواری سے بچہ کا ہونا معجزہ ہے۔ اسی طرح بانجھ سے بھی، پس نبی آخر الزمان کی عرب میں پیدائش بطور معجزہ بتلائی گئی ہے۔

خوشی سے للکارنا۔ وجد کر کے گانا، خوشی سے چلانا کا ظہور اگر دیکھنا ہو تو حج کے موسم میں لبیک اللّٰھم لبیک وسعدیک کے نعرے سنو، اور صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ کے ترانے سنو جو صفا اور مروہ پر چڑھ کر لگائے جاتے ہیں۔

بے کس چھوڑی ہوئی بیدہ ہاجرہ تھیں، جن کو نہایت بے کسی کی حالت میں سنسان عرب کے بے آب وگیاہ دشت میں چھوڑا گیا تھا اور جن کا ایسے مقام میں ۲۴ گھنٹہ تک زندہ رہنا بھی تعجب تھا، خصم والی بیدہ سارہ تھیں جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس شام کے سرسبز ملک اور ناز و تنعم میں رہی تھیں ایسی بے کس موت کے منہ میں آئی ہوئی کی اولاد کا، خانہ آباد دلشاد والی کی اولاد سے بڑھ جانا دوسرا معجزہ ہے۔

(۲) پیشگوئی ۔ اہل عرب کی فتوحات اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کی بابت "اپنے خیمہ کے مقام کو بڑھا دے ہاں اپنے مسکنوں کے پردے پھیلا دے۔ دریغ مت کر، اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر اس لیے کہ تو داہنے اور بائیں بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی، اور اجاڑ شہروں کو بسا دے گی" (یسعیاہ ۵۴ باب)

یہ خطاب بھی عرب کی طرف ہے، عرب کے خیموں کا اور لشکروں کا دیگر ممالک میں پہنچنا بھی صحیح نکلا اور عرب نے اپنے داہنے ہاتھ کے ملکوں یعنی ایران اور یمن کو بھی فتح کیا اور اپنے بائیں ہاتھ کے ملکوں مصر، افریقہ، اندلس کو بھی فتح کیا اور بنی اسرائیل کی قوموں کے بھی وارث ہوئے اور شام کے اجڑے شہروں کو بھی بسایا۔

(۳) پیشگوئی ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی اور مکہ اور مدینہ کا ذکر، "بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے"

(یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ درس)

قیدار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اور اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں، مکہ در مدینہ انہیں کے دیہات ہیں، اس درس میں تبلایا گیا ہے کہ نبی موعود قیدار کی اولاد سے ہوں گے اور مکہ مدینہ کو ان سے خاص عزت حاصل ہوگی۔ آواز بلند کرنے سے ذکر، تسبیح ہلیل اور صدائے اذان وصلوٰۃ مراد ہے۔

(۴) پیشگوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات اور ختم نبوت کی۔ "ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے بلاتا ہے عجیب، مشیر خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ، اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر آج سے لے کے ابد تک رو بست کرے گا" (یسعیاہ ۹ باب ۶ و ۷ درس)

شرح : ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا ، ایک بیٹا سے اپنے ماں باپ کا اکلوتا بچہ مراد ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ، پادری انجیل کی رو سے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کے اور بھی بہن بھائی تھے ، شاید آپ کو کوئی کہے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے متعلق ہے لیکن اس کو اسی کتاب کا ، باب دکھاؤ جس میں مسیح کی بابت پیشگوئی یہ ہے :

"باوجود اس کے خداوند تم کو ایک نشان دے گا ۔ دیکھو کنواری حاملہ ہو گی اور اس کا نام امانو ایل رکھے گی "

اس میں لڑکے کا نام ، اس کی ماں کی صفت صاف بتلا دی گئی ۔

اب ۹ باب میں اسی کو ایک بیٹا نہیں کہہ سکتے تھے ، ہاں غور کرو کہ ساتویں باب میں مسیح کی خبر ہے کہ آٹھویں باب میں حالتِ زمانہ مابعد مسیح کی ۔ اور نویں باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ہے جن کی خصوصیات وضاحت سے اس پیشین گوئی میں ہیں ۔

۲ ۔ سلطنت اس کے کندھے پر ہو گی ۔

شرح : آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سلطنت بھی تھی (یعنی سلطنت حاصل تھی جس کو پس پشت ڈال رکھا تھا) اور مہر نبوت بھی شانہ پر تھی ، حضرت مسیح میں دونوں باتیں نہ تھیں ۔

۳ ۔ وہ اس نام سے عجیب کہلاتا ہے ۔

شرح ۔ مسیح ایسا نام نہ تھا جو عجیب ہو ، کیوں کہ تورات میں داؤد ، سلیمان علیہما السلام وغیرہ دیگر انبیاء و پادشاہان بنی اسرائیل کو بھی مسیح کہا گیا ہے لیکن محمدؐ ضرور عجیب نام ہے جو اپنے مسمیٰ کے بہترین محامد کی خبر دیتا ہے ۔ اور عجیب بات یہ کہ اس نام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کوئی شخص نہیں ہوا ۔

۴ ۔ مشیر خدائے قادر ۔

شرح ۔ یہ صفت بھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہے اسی لیے وہ مشورہ پر اپنا مدار رکھتے ہیں ۔

اسی لیے وہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (معاملات میں مشورہ لیا کر) کا حکم سناتے ہیں اسی لیے وہ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (ان کی عادت باہم مشورہ کرتے رہنا ہے) کو اپنی

امت کا رد یہ قرار دیتے ہیں۔
عیسائی اس کو حضرت مسیح کی صفت نہیں کہہ سکتے کیوں کہ وہ تو بقول ان کے خود ہی قادر تھے۔ نہ کہ مشیر قادر۔

۵- ابدیت کا باپ۔

شرح : عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح ابدیت کا باپ ہیں۔ اب حضرت مسیح کی سنو۔ وہ آخری وعظ میں فرماتے ہیں" میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا ۱۱ باب ۱۴ درس[1]) عیسائیوں کے دعویٰ کو مسیح نے رد فرمایا اس کی تائید یسعیاہ ۹ باب ۱۴ ادرس سے ہوتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں :

" سو خداوند اسرائیل کے سر اور دم اور شاخ اور نے کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گا"

یہ الفاظ بالکل اس پیشگوئی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جس میں ابدیت کے باپ کی خبر دی گئی ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابدیت کا باپ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے بے شک یہ صفت تو بالخصوص ہمارے آقا سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جو خاتم النبیین ہیں۔ اگر اس میں شک ہے تو ذرا غور کیجئے۔

۱- پہلے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ہوئے اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں یہودیوں میں بھی کسی کی نبوت تسلیم نہیں کی گئی۔

۲- مسیح کے بعد اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے عیسائیوں میں بہتیرے لوگ رسول مانے گئے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں عیسائیوں کے اندر بھی کسی کو رسول نہیں مانا گیا۔

۳- ہندوستان میں ۳۳ کروڑ دیوتا ہوئے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہاں بھی ہندوؤں میں کوئی اوتار نہیں اترا۔

۴- وید کی ایک ایک شرتی کا درشن ایک ایک رشی نے پایا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں کسی رشی کو کسی شرتی کے درشن نہیں ہوئے۔

---

[1] بمعنی آیت۔

۵ - ایران میں زردشت، جاماسپ وغیرہ پر یزدانی سروش اترتا تھا، اب پارسیوں میں کیوں کسی کے پاس یزدانی احکام نہیں آتے ؟

یہ سب قدرت کے روشن دلائل ہیں کہ ارادت الٰہیہ نے نبوت کے سلسلہ کو سیدنا ومولانا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس وانور پر ختم کر دیا ہے اور اس سلسلہ کی ختمیت کا یقین بنی نوع انسان کی طبائع میں مرکوز کر دیا ہے بے شک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی مبارک ذات ہے جس کو ابدیت کا باپ ہونے کا شرف ہے کیونکہ ابدیت کا باپ اور خاتم النبیین دونوں مرادف وہم معنی ہیں ۔

۶ - سلامتی کا شہزادہ ۔

شرح : سلامتی کا شہزادہ وہی ہے جو اسلام کا سرتاج ہے کیونکہ انجیل کے مترجموں نے لفظ اسلام کی جگہ سلامتی کا استعمال کیا ہے ۔

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے جو دار السّلام کا مالک ہے ۔

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے جو سلامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ کی بشارت سناتا ہو ۔

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے جو تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ کی نوید دیتا ہے ۔

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے جس نے "السلام علیکم، وعلیکم السلام" اسلام کا تیسرا حصّہ قرار دیا ہے ۔

۷ - اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی حد نہ ہوگی ۔

شرح : اس فقرہ میں دنیوی اور دینی برکتوں کا مجموعًا ذکر ہے، اقبال سلطنت اس لیے لا انتہا ثابت ہوا کہ هَلَكَ قَيْصَرَ وَلَا قَيْصَرَ بعدهٗ هَلَكَ كسرٰى وَلَا كِسْرٰى بعدهٗ کا حکم اسی کے اقبال نے دیا تھا اور دنیا کی ان دونوں شاہنشاہیوں کو نیچا دکھایا تھا ۔ اور سلامتی اس لیے لا انتہا ہے کہ اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں ہر طبقہ میں پہنچا اور ہر زمانہ میں ترقی پذیر رہا ۔

(۵) پیشگوئی : کہ حجاز کے متصلہ ممالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیات میں ہی اسلام میں داخل ہو جائیں گے "اونٹنیاں کثرت سے آکے تجھے چھپالیں گی، مدیان اور عیفہ کی اونٹنیاں، وے سب جو سبا کی ہیں آویں گی، وے سونا اور لبان لاویں گی اور

خداوند کی تعریفوں کی بشارت سناویں گی۔" (یسعیاہ ۶۰ باب ۶ درس)

شرح : اس پیشگوئی میں تین فقرے ہیں۔ (۱) اونٹنیاں کثرت سے آکے تجھے چھپالیں گی۔ اس میں ان وفود (ڈیپوٹیشن ہا) کی خبر ہے جو مختلف ممالک اور قبائل کی جانب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تعلیم اسلام کے لیے حاضر ہوتے رہے۔

۲- مدیان اور عیفا کی اونٹنیاں، مدیان حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے اور عیفا پوتے کا نام ہے۔ یہ بنی قطورہ ہیں، ان کی اولاد حدود حجاز سے خلیج فارس تک آباد تھی اور یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا کرتے تھے۔

۳- وے جو سبا کے ہیں، سبا ملک ہے جو محض تعلیم سے مسلمان ہوا تھا اور اسی کی طرف سے الحمد للہ کی بشارت آنے کی اشارت ہے۔

ان ممالک کا خراج اور تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوتے تھے۔

۶- پیشگوئی : بنی اسماعیل کا مسلمان ہونا۔ قربانی کی رسم کا جاری ہونا، کعبہ کا قبلہ قرار دیا جانا۔

"قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وے منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔" (یسعیاہ ۶۰ باب ۷ درس)

شرح : حضرت مسیح کا قول ہے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس بھیجا گیا ہوں اور اس پیش گوئی میں قیدار کی بھیڑوں اور نبیط کے مینڈھوں کا ذکر ہے۔ واضح ہو کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کا نام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی شاخ میں سے ہیں، قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی۔

نبیط حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جن کی اولاد الحجر کے وسط سے مشرق کی جانب اور وادی القریٰ کے اندر تک، اور جنوب کی طرف حدود حجاز تک آباد ہوئی، بنو قیدار اور بنو نبیط (بنیات) کے مسلمان ہو جانے کی خبر ہے جو واقع ہوئی اور منیٰ پر بعد از حج قربانی کا کیا جانا لازمی ٹھہر گیا، جہاں لاکھوں حاجی کروڑوں قربانیاں پیش کرتے

ہیں، بنو قیدار اور بنو نبیط کی آبادی کے مقامات کا پتہ لگ گیا ہے، تو شوکت کا گھر کعبہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ شوکت کا گھر بیت الحرام کا ترجمہ ہے اس کو بزرگی کا دیا جانا، اس کا قبلہ تسلیم کیا جانا ہے جو عہدِ نبوی میں ہوا۔

۷۔ **پیشگوئی** : انجیل و توراۃ کی جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے۔ ہر شخص کو یہ خیال گزرے گا کہ جس عظیم الشان نبی کی بابت تمام پہلے صحیفوں میں اس کثرت سے اور اس وضاحت سے پیش گوئیاں موجود ہیں، کیا اس کا نام بھی تبلایا گیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ بیشک توراۃ وانجیل میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی تبلایا گیا ہے اور یہ نام بکثرت لیا گیا ہے لیکن ترجمہ کرنے والوں کی دانستہ یا نادانستہ غلطیوں نے شکل بدل دی ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جو اردو کی بائیبل ہے وہ اصل زبان سے بلاواسطہ ترجمہ نہیں کی گئی بلکہ ترجمہ در ترجمہ ہے۔ آپ اس امر کو ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل پیشگوئیوں پر غور کریں۔

اوّل: "تو اپنی دیواروں کا نام تجارت اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی۔"

(یسعیاہ ۶۰ باب ۱۸ درس)

غور فرمائیے کہ ستودگی ترجمہ ہے محمدیت کا، چونکہ لفظ محمدیت کے لکھنے سے عیسائیوں کو سخت نقصان پہنچتا اس لیے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دیا۔ یہ واضح ہے کہ اس مقام پر ستودگی کا لفظ اتفاقاً واقع نہیں، یسعیاہ ۶۱ باب ۱۱ درس کے لفظ ہیں، خداوند یہوداہ صداقت، اور ستودگی کو ساری قوموں کے حضور اگا دے گا۔

دوم: غزل الغزلات میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا حلیہ بیان کیا ہے۔ دیکھو باب ۵ درس ۱۰ حلیہ کے بعد انہوں نے نام تبلایا ہے جس کو ترجمہ میں بدل ڈالا گیا، بائیبل میں موجودہ الفاظ یہ ہیں۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے، جس لفظ کا ترجمہ عشق انگیز کیا گیا ہے وہ عبرانی میں لفظ محمدیم ہے۔ عبرانی میں یم علامتِ تعظیم ہے جیسے الوہ سے الوہیم یعنی اللہ تعالیٰ اور بعل سے بعلیم یعنی بعل بزرگ، اسی طرح محمد سے محمدیم یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عبرانی سے ترجمہ کرتے وقت اسم کا ترجمہ بطور صفت کیا گیا اور دیگر مترجمین نے صفت کا اثر و نتیجہ لے لیا لیکن جب اصل کتاب میں محمدیم موجود ہے تو خدا کی حجت سب پر ختم ہو چکی۔

سوم: حجی نبی کی کتاب نمبر۲ دیکھو اور ۶ درس سے ۹ تک پڑھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی ہے اور کعبہ کو یروشلم کی جگہ قبلہ مقرر کرنے کا ذکر بھی ہے۔

(۶) ہنوز ایک مرتبہ تھوڑی سی مدت بعد میں آسمان وزمین اور تری وخشکی کو ہلا دوں گا۔

(۷) بلکہ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا اور ساری قوموں کی مرغوب چیزیں ہاتھ آئیں گی اور میں اس گھر کو جلال سے بھر دوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔

(۸) چاندی میری ہے اور سونا میرا ہے۔ رب الافواج فرماتا ہے۔

(۹) اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہے۔ ربُّ الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلامتی بخشوں گا۔

ساتویں درس کے جن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے، عبرانی توراۃ میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں وَبَاؤُ حِمْدَاتْ کل هَكَوْيِتَم کہ یہ سب قوموں کا حمد آوے گا یعنی محمدؐ جس کی حمد سب اقوام کریں۔ عبرانی لفظ حِمْدَاتْ ہے، جس کے عربی میں معنی حمد ہیں، اردو ترجمہ والے نے خدا جانے کہاں سے مرغوب چیزیں اس کا ترجمہ کر دیا اور ہاتھ آئیں گی اپنی طرف سے بڑھا دیا، گھر کو جلال سے بھر دینے کا ذکر ساتویں درس میں بھی ہے اور نویں میں بھی، آٹھویں درس میں یروشلم کو چاندی اور کعبہ کو سونا تبلایا گیا ہے کیونکہ پچھلا گھر جس کا ذکر نویں درس میں ہے وہ کعبہ ہے جو یروشلم کے بعد ہمارا قبلہ ٹھہرا۔ اور پہلا گھر یروشلم تھا۔ پچھلے گھر کے جلال کا زیادہ ہونا اس طرح ثابت ہے کہ مکان کو سلامتی بخشی گئی۔ اسی لیے عرب اس کا نام دار السلام کہتے ہیں اور اسی لیے قرآن میں اس کی صفت یہ ہے مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو شخص اس گھر میں داخل ہوتا ہے اس کے لیے سلامتی ہے)۔

چہارم: یوحنا ۱۵ باب ۱۶ درس میں ہے، میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا، قابلِ تصفیہ یہ ہے کہ تسلی دینے والا حضرت مسیحؑ کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ یہ ثابت شدہ ہے کہ مسیحؑ نے اس جگہ لفظ فارقلیط استعمال کیا تھا جب انجیل کا ترجمہ کالدی زبان سے یونانی میں کیا گیا تب فارقلیط کا ترجمہ کلیوطاس کیا گیا۔ یہ صحیح ترجمہ تھا۔ غلط نویسوں نے کلیوطاس کو کلیطاس لکھ دیا اور ترجمہ کے وقت اس کا ترجمہ تسلی دہندہ کیا گیا یعنی تسلی دہندہ کلیطاس کا تو صحیح ترجمہ ہے لیکن کلیطاس فارقلیط کا صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ فارقلیط کا صحیح ترجمہ احمد ہے اور اب یہ انجیل کا فقرہ قرآن مجید کی اس آیت کا

ہم معنی ہو گیا ہے ۔ "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ"

کاش عیسائی صاحبان اس ترجمہ در ترجمہ عبارتوں کے نقصانات سے آگاہ ہو جاتے تو ایمان لانے میں جو حجاب ان کے سامنے گرا ہوا ہے اٹھ جاتا۔

بعض عیسائیوں نے اس پیش گوئی کے متعلق عجیب تاویل کی کہ تسلی دہندہ سے مراد روح القدس ہے جو حواریوں پر نازل ہوئی تھی، لیکن انہوں نے یوحنا ۱۵ باب ۳۰ درس کا خیال نہ کیا۔ اس میں حضرت مسیح کے یہ لفظ ہیں "اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں" عیسائیوں کا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ خدا، بیٹا روح القدس کا جلال، قدرت، فیوضیت برابر کی ہے اور اس پیشگوئی میں مسیح اس بزرگوار کی آمد کی خبر دیتا ہے، جس کی صفاتِ عالیہ میں سے مسیح کو کوئی بات حاصل نہیں، اور اسی لیے وہ اس جہان کا سردار ہے، جہان کا سردار ترجمہ ہے سرورِ عالم کا، جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علَم ہے اور ترجمہ ہے سید ولد آدم کا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا الہامی خطاب ہے، اسی مقام انجیل، لوقا ۲۴ باب ۴۹ درس کو پڑھ لینا چاہیئے، حضرت مسیحؑ کے یہ الفاظ ہیں۔ "میں اپنے باپ کے اس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں" اس لفظ موعود نے ان تمام پیشگوئیوں کی جن کا تمام پہلی کتابوں میں وعدہ کیا گیا ہے تصدیق کر دی۔ عیسائی صاحبان اگر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ان پیشگوئیوں کا اطلاق نہیں کرتے تو ثابت کر کے دکھلائیں کہ ان کے سوا اور کس شخص پر یہ پیشگوئیاں صادق ہوئی ہیں؟

عیسائیوں کا انبیاءؑ کی نسبت ارتکابِ کبائر کا عقیدہ:

الغرض کتب سماویہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کا بیان نہایت وسیع ہے اس لیے میں ایک اور مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں، عیسائیوں کی کوشش اور تعلیم یہ ہے کہ جملہ انبیاءؑ میں (جن کو وہ بھی انبیاء جانتے ہیں) کچھ نہ کچھ نقص و عیب نکالیں تاکہ اکیلے مسیح کا پاک و برتر ہونا ثابت ہو جائے۔ جسم پر لرزہ پڑ جاتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب کہ وہ بعض انبیاءؑ کی نسبت بدترین عیوب کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ لوط پیغمبر نے بیٹیوں سے زنا کیا اور دانشمند سلیمان نے (جن کی کتاب مجموعہ توراۃ میں شامل ہے) اپنی آخری عمر میں بت پرستی کی، اور داؤد نبی نے دوسرے شخص کی بیاہتا بیوی کو حیلہ سازی سے گھر میں ڈالا اور اسرائیل نے اپنے اندھے باپ کو جُل دے کر اور بڑے

بھائی کا روپ بدل کر باپ سے برکت حاصل کی۔

ایک حدیث اور لاٹ پادری صاحب کا اعتراض :

میں لاہور میں تھا کہ وہاں کے لاٹ پادری صاحب نے وعظ کہا کہ مسلمانوں کے نبی معصوم نہیں، کیوں کہ وہ خود اپنی دعا میں خدا کے حضور کہا کرتے تھے۔ "رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا"۔ میں نے ایک پادری کو اپنے گھر لا کر یہ حدیث دکھلائی جس میں اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ ابوبکر صدیق کا سوال ہے کہ ہم لوگ نماز میں کونسی دعا پڑھیں؟ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مذکورہ بالا دعا سکھلائی ہے۔ میں نے کہا پادری صاحب! دیکھو اور انصاف کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے لیے ان الفاظ کو استعمال کرنا کہاں ثابت ہوتا ہے؟ وہ بولا ہاں! اس سے تو ثابت نہیں ہوتا۔ میں نے کہا انجیل میں ہے کہ ایک شخص نے مسیح سے کہا "اے نیک"! مسیح نے فرمایا "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک خداوند" (متی $\frac{19}{17}$)

اہلِ اسلام کے اعتقاد نسبت انبیاء :

اب دیکھو اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مسیح نیک نہ تھے، لیکن اگر کوئی مسلمان حضرت مسیح کی نسبت ایسا اعتقاد کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا، کیوں کہ اسلام میں ضروری ہے کہ ہر ایک نبی کو معصوم پاک از نقص وعیوب، سراپا صدق وعفاف یقین کیا جائے کیوں کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے جملہ انبیاء گناہوں سے پاک آلودگیوں سے دُور اور بہترین فضائل میں تمام جہان کے لیے اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں ان سے کسی نقص یا پلیدی، یا عیب و ناپاکی کو منسوب کرنا گمراہی ہے۔

جناب من! اب آپ اندازہ فرمائیں کہ انبیاء کی نسبت مسلمانوں کا عقیدہ پاکیزہ ہے یا عیسائیوں کا؟

مخالفین کے مناظرہ میں قرآن مجید کی تعلیم :

بعض لوگوں نے دیکھا کہ عیسائی دیگر انبیاء پر نکتہ چینی کرتے ہیں، حتّٰی کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں تو انہوں نے انجیل میں سے ایسی عبارتیں نکالیں، جن سے مسیح میں گھناؤنی عادتیں اور گندی باتیں ثابت ہوں۔ لیکن میں ایسی باتوں کو مباحثہ کی ضرورت سے بھی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ

اسلام کی تعلیم یہی ہے۔ ہاں ان لوگوں پر افسوس ہے جو بحث ومباحثہ کے جوش میں اگر دوسرے کے بزرگوں کو بُرا کہنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم تو یہ ہے کہ بتوں کو بھی برا نہ کہو، کیوں کہ بُت پرستی کا بطلان کچھ اس طرح پر نہیں ہوتا کہ ہم کسی دیوتا کی مورتی کو گالیاں دینے لگیں بلکہ بطلان اس طرح ہوتا ہے کہ خدائے واحد کا ہی لائق عبادت وسزاوار پرستش ہونا ثابت کر دکھائیں۔

قرآن مجید اور فلسفہ حال وقدیم :

آپ نے لکھا ہے کہ قرآن کی تعلیم خدا کی طرف سے نہیں۔ بندہ کی طرف سے ہے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک کوئی تعلیم یا کتاب دنیا میں خدا کی طرف سے ہے بھی؟ براہِ کرم اس کا نام بتلا دیجئے تاکہ میں قرآن پاک کی تعلیم کی برتری اس سے ثابت کروں۔ کیا قرآن پاک کی برتری اور صداقت کی یہ عمدہ دلیل نہیں ہے کہ قرآن مجید حالیہ فلسفہ کا بھی اسی استحکام اور متانت سے مقابلہ کر رہا ہے جس خوبی اور کمال سے فلسفۂ قدیم کا مقابلہ کیا تھا؟ کیا آپ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ انجیل کی عبارتیں منطق اور فلسفہ کے سامنے پیش کیے جانے سے صحیح رہ سکتی ہیں؟ کیا ایک آدمی کے جسم کے اندر کئی کئی بھوتوں کا گھس جانا اور نکل جانا کوئی فلسفی تسلیم کر سکے گا؟

تثلیث کی تعریف اور تواریخ :

ہاں عیسائیت کا سب سے بڑا مسئلہ تثلیث ہے لیکن کیا کوئی ذی علم دعوے کر سکتا ہے کہ تین دراصل ایک ہوتے ہیں اور ایک فی الحقیقت تین ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے؟ کہ ایک چیز جداگانہ قائم بالذات ایک بھی ہو اور پھر دوسری جداگانہ قائم بالذات چیز کا ایک تہائی حصہ بھی ہو؟ کیا آپ نے مسئلہ تثلیث کے متعلق کچھ تاریخ سے بھی معلومات حاصل کی ہیں؟ یہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت مسیح سے ۳۶۰ برس پیشتر افلاطون نے یہ مسئلہ ایجاد کیا تھا کہ خدا علتِ اولیٰ ہے اور اس نے عقل اول اور روح اعظم کے ذریعے سے دنیا کو بنایا ہے۔ علتِ اولیٰ، عقل اول اور روحِ اعظم تینوں ایک ہی وجود کے تین حصے ہیں، افلاطون کا یہ مسئلہ یونانیوں میں خوب مشتہر اور دلنشین تھا۔ جب عیسائیت کے واعظین حضرت مسیح سے ۹ برس بعد یونان پہنچے تو انہوں نے اہل یونان کو عیسائی بنانے کے لیے اپنے مذہب میں بھی خدا، بیٹا، روح القدس کا مسئلہ گھڑ لیا اور لوگوں کو

یقین دلایا کہ افلاطون نے جس عقل اول کا ذکر کیا ہے، مسیح وہی عقلِ اوّل تھا، جو مجسّم ہو گیا تھا۔ اس مطابقت کی وجہ سے یونانیوں پر عیسائیت نے جلد اثر کیا اور آسمانی تعلیم پر یونانی تخیلات نے قبضہ کر لیا۔

جناب من! اگر آپ عیسائیت پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو انسان پرستی سکھاتا ہے، ایک ایسا مذہب ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان ایک دیوار بناتا ہے، ایک ایسا مذہب ہے جو شریعت کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے حکم توحید کو رد کرتا ہے۔

سیدہ ہاجرہؓ کی حریت:

آپ نے سیدہ ہاجرہؓ کی ذات پر بھی اعتراض قائم کیا ہے اور اہلِ عرب پر طعن دیا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ نے یہ فقرہ صرف عیسائیوں سے سُن سُنا کر لکھ دیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ عیسائی لوگوں نے ہمارے دِلوں کو دُکھانے کے لیے ان الفاظ کا اکثر استعمال کیا ہے لیکن یہ الفاظ کچھ ہم مسلمانوں کے لیے ہی مخصوص نہیں رہے بلکہ سینٹ پال نے اپنے خط میں ان سب بنی اسرائیل کو جنہوں نے عیسائی مذہب قبول نہ کیا تھا لونڈی بچہ کہا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ صرف سوت اپنی سوت کو غصّہ کے وقت لونڈی کہتی رہی ہے اور نہ صرف سوتیلا بھائی اپنے سوتیلے بھائی کو لونڈی بچہ کہہ کر پکارتا رہا ہے بلکہ ایک ماں باپ کی اولاد نے بھی اختلاف مذہب کے وقت اپنے بھائی کو یہی خطاب دیا ہے۔ ہاں متیر بھائی نے متیر بھائی کو جسم سے لونڈی بچہ ہونے کا الزام دیا تھا۔ تو یہ حقیقی بھائی حقیقی بھائی کو روح روح سے لونڈی بچہ ہونے کا خطاب کرتا ہے۔ کیا آپ اس مسئلہ کی اور زیادہ افضلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کو لازم ہے کہ توراۃ میں ان الفاظ کا انتخاب کریں جو اسحاق اور اسماعیل (علیہما السلام) کے لیے کہے گئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں کو برابر کا وعدہ برابر کی برکت دی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ ان الفاظ کو دیکھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بنی قطورہ کے لیے مستعمل ہوتے ہیں (قطورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم کا نام ہے) اس وقت آپ کو عین الیقین ہو جائے گا کہ اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام میں تو کچھ فرق نہیں ہے اور بنی قطورہ میں ان دونوں کی نسبت سے بہت بھاری فرق ہے ان دلائل کے بعد سیدہ ہاجرہؓ کی نسبت اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ وہ بادشاہ مصر کی

بیٹی کی بیٹی تھی، ان کے والد نے سیدہ سارہؓ کی عظمت و کرامت دیکھ کر اس شاہزادی کو ان کی تربیت میں سونپ دیا تھا۔

روح اللہ کے معنیٰ :

آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ قرآن نے مسیح کو روح اللہ کہا ہے اور اس سے مسیح کا ابنِ خدا ہونا نکلتا ہے۔ میں کہتا ہوں بیشک قرآن مجید میں حضرت مسیح کی نسبت ہے "وَرُوحٌ مِّنْهُ" لیکن اس سے حضرت مسیح میں الوہیت کا جزو کیوں کر ثابت ہوا، یا وہ ابن خدا کیوں کر بن گئے؟ قرآن مجید نے حضرت مسیح کی جامع تعریف جو بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے "اُن ھو الّا عبدٌ انعمنا علیہ" مسیح ہمارا وہ بندہ ہے جس پر ہم نے اپنا انعام کیا ہے۔ اب جو جو صفات ان کے بیان ہوئے وہ سب عبدیت کے تحت ہیں۔ اگر اب بھی وَرُوحٌ مِّنْهُ کے معنی میں اشکال باقی سمجھتے ہو تو اس نقرہ پر غور کرو جس کو مسلمان ہر روز پڑھا کرتے ہیں رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ خدا ہمارا اور فرشتوں کا اور روح کا پالنے والا ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ روح بھی خدا کی مخلوق اور پیدا کردہ ہے اس لیے حضرت مسیح وَرُوحٌ مِّنْهُ کا خطاب پاکر بھی خدا کے مخلوق اور بندہ ہی رہتے ہیں نہ کچھ اور۔

اسلام اور بدوی، مسیح اور حواری :

آپ نے اپنے خط میں عرب کے بدویوں کی بے علمی اور غیر متمدنی حالت کا ذکر کیا۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام میں صداقت نہیں۔

جنابِ من! جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے وہ ہرگز صحیح نتیجہ اس واقعہ کا نہیں ہے۔ اچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح نے پطرس حواری کو شیطان کہا تھا؟ یوحنا $\frac{16}{17}$، کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح کو یہوداہ اسقریوتی نے تیس روپے رشوت لے کر گرفتار کرایا تھا؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح اپنے چیدہ شاگردوں کو کم اعتقاد کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا؟ (متی $\frac{14}{31}$ و $\frac{16}{8}$) کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح نے حواریوں کو ان کی بے ایمانی جتلا کر یہ کہا تھا کہ اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو چلا جاتا؟ (متی $\frac{17}{21}$) کیا آپ کو معلوم ہے کہ پطرس نے مسیح کا انکار کر کے مسیح پر لعنت بھیجی تھی؟ (متی $\frac{27}{69 \text{ و } 75}$) اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ جس مذہب کے بہترین اشخاص جو رسول

کہلاتے ہیں ایسے ہیں کہ ان میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں تو وہ مذہب کیا ہوگا؟

یہ بدوی خواہ بے علم ہیں، خواہ وحشی ہیں، خواہ اپنے نبی کریم سے چودہ سو برس بعد ہوئے ہیں، لیکن اگر آپ ان کے اعتقاد کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات پاک سے ہے، اس اعتقاد سے جو مسیح کے شاگردوں کا مسیح کی نسبت خود مسیح کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے مقابلہ کریں گے تو آپ کو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا اور بے اختیار آپ کو کہنا پڑے گا ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جنابِ من! اب میں آپ کی سب باتوں کا جواب لکھ چکا ہوں اور اس خط میں اپنی طرف سے اسلام کے متعلق کچھ نہیں لکھتا اگر آپ چاہیں گے تو کسی دوسرے خط میں انشاء اللہ تحریر کروں گا کہ وہ کونسی تعلیم ہے جو اسلام کو تمام آسمانی تعلیمات سے برتر و افضل ثابت کر رہی ہے اور وہ کیا چیز ہے جو بدویوں اور وحشیوں کو بھی ہدایت بخشتی ہے، اور فلاسفروں، حکیموں کا سینہ کھول دیتی ہے۔ خط کے خاتمہ پر صرف ڈیڑھ حرفی بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ خط کو غور سے، ٹھنڈے دل سے تین بار مطالعہ فرمادیں۔ اور خداوندِ عالم، ہادی کل سے دُعا کریں کہ وہ آپ کے سینہ کو حق صریح کے لیے کھول دے۔ اگر خط پڑھ کر بھی کچھ اعتراض دل میں کھٹکتے رہیں تو تھوڑے دنوں کے واسطے میرے پاس تشریف لے آویں تاکہ آپ بے تکلف گفتگو کر سکیں۔ والسلام!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

راقم، آپ کا خیر اندیش قاضی محمد سلیمان منصور پوری از پٹیالہ

یکم اپریل ۱۹۰۶ء۔